ریفامڈ چرچ کی "خُدا کے بیٹے" سے متعلق تعبیرات کا بائبل کی عبرانی روایات کی روشنی میں جائزہ

An Examination of the Reformed Church's Understanding of the "Son of God" in Relation to Biblical Hebrew Traditions

Awais Mustafa
M.Phil Islamic Studies, International Islamic University, Malaysia.

Abstract

Christianity is a major religion followed by the majority of people of the world. Its relation and foundation are attributed to the teachings, life, and death of Jesus (PBUH). The Reformed Church is one of the major churches of Protestant, third, most followed sects of Christianity. They consider Jesus as the 'Son of God' the second person of the Trinity. The term 'son of God' is an ambiguous and incomprehensible term that created dispute among Christians since the early days of Christianity. Some questions were raised about Jesus (PBUH) whether he was an ordinary man, whether a God, or both. Ebionites consider him an ordinary person, while Docetism declares him divine, who appears in human form. Later on, Irenaeus and Tertullian, fathers of the churches, said Jesus (PBUH) has two natures, divine and human. In short, this later explanation about the nature of Jesus (PBUH) created further problems and disputes among the fathers of the churches and led to the councils from (325 CE – 451 CE). The council of Chalcedon (451 CE) finally composed an important confession about the two natures united in one person Jesus Christ and named it the Creed of Chalcedon. So, the epithet "Son of God" is often referred to as Jesus (PBUH). This term has a background in Jewish traditions, which refers to the Messiah or the still awaited Saviour King, who will form the kingdom of David (PBUH) for the children of Israel. The Muslim theologians criticize and counter the Gospels due to philosophical interpretations of the term 'son of God' but they can refine their understanding about the term son of God by focusing on the Jewish Scriptures which refuse the Christian belief.

Key Words: Christianity, son of God, Trinity, Messiah, the King.

تعارف، اہمیت اور پس منظر

مسیحیت یا عیسائیت ایک اہم مذہب ہے جو اپنی بنیاد کو ناصرہ کے باشندہ یسوع کی زندگی، تعلیمات، اور وفات کی طرف منسوب کرتا ہے، جنہوں نے اپنی زندگی انسانیت کی نجات کے لیے قربان کر دی اور مصلوب ہوئے[1]۔ مسیحیت دُنیا کی اکثریت کا مذہب ہے، جس کی تعداد تقریباً دو ارب انسانوں پر مشتمل ہے۔ مسیحیت الہامی مذاہب میں سے ایک ہے، جو وحی اور انبیائے بنی اسرائیل پر ایمان رکھتی ہے۔ مسیحیت کی پوری عمارت دو بنیادی عقائد پر قائم ہے، یعنی تثلیث اور کفارہ۔ اس کے مطابق حضرت عیسیٰؑ مسیح اور خدا کا بیٹا ہے، جو اقانیم ثلاثہ میں سے ایک اُقنُوم ہے اور اسے خدا اور روح القدس کی طرح خدا مانتے ہیں۔ جنہیں باپ، بیٹا اور روح القدس کا نام دیا جاتا ہے۔ عیسائیت میں اب عین ابن ہے، اور ابن عین اب۔ خُدا نے انسانیت کے گناہِ حقیقی کے کفارہ کے طور پر اپنے بیٹے یسوع مسیح کو مصلوب کروایا، اس عقیدہ کو نجات یا شفاعت بھی کہا جاتا ہے۔ اپنی موت کے تیسرے دن وہ دوبارہ زندہ ہو کر اپنے حواریوں اور ماں پر ظاہر ہوئے، اسے تجسیمِ نو کہتے ہیں۔ لہذا عیسائی حضرت عیسیٰؑ کو باپ کی تجسیم اور انسانیت کا نجات دہندہ سمجھ کر اس کی عبادت کرتے ہیں۔ خُدا بطورِ باپ کائنات کا خالق ہے، خُدا بطورِ بیٹا انسانیت کا نجات دہندہ ہے، اور کلیسا کی عبادت اور زندگی کا مرکز ہے۔

عیسائی فرقے

عیسائیت کے اہم ترین فرقے رومن کیتھولک، مشرقی آرتھوڈوکسی، اور پروٹسٹنٹ ہیں۔

ا۔ رومن کیتھولک کلیسا

رومن کیتھولک کلیسا، عیسائیت کا سب سے بڑا کلیسا ہے، جس کا سربراہ پاپائے روم ہوتا ہے، جو ویٹی کن سٹی میں متمکن ہیں۔ رومن کیتھولک اپنی تاریخ حضرت یسوع مسیح اور بارہ رُسُل سے جوڑتی ہے۔ یہ اُسقُفوں یعنی بشپس اور پاپ کو مقدس پطرس کے جانشین سمجھتے ہیں۔ اسی لیے حضرت یسوع مسیح کے دس فرامین کے علاوہ کلیسا کے فرامین کی

1 Chadwick, H., Hogg, William Richey, Benz, Ernst Wilhelm, Lindberg, Carter H., Marty, Martin E., Spencer, Sidney, Sullivan, Lawrence E., Fredericksen, Linwood, McGinn, Bernard J., Crow, Paul A., Hick, John, Pelikan, Jaroslav Jan, Wainwright, Geoffrey and Stefon, Matt. “*Christianity*.” Encyclopedia Britannica, March 31, 2024. https://www.britannica.com/topic/Christianity.

اطاعت کو بھی لازمی سمجھتے ہیں۔ کیتھولک لوگ تقریباً تمام عیسائیت کا پچاس فیصد ہیں۔ کیتھولک کلیسا لاطینی یا غربی اور شرقی کلیساؤں پر مشتمل ہے۔ رومن کیتھولک اپنے بنیادی اور پیچیدہ عقیدۂ تثلیث کو یوں بیان کرتے ہیں: "باپ خُدا ہے، بیٹا خُدا ہے، اور روح القدس خُدا ہے، مگر یہ تین خُدا نہیں، بلکہ ایک خُدا ہے۔ باپ سے بیٹا ایک ابدی پیدائش کے ذریعے پیدا ہوتا ہے، جبکہ روح القدس باپ اور بیٹے سے ابدی انبعاث کے ذریعے وجود میں آتا ہے۔ تثلیث کے یہ تینوں اقانیم مختلف ہونے کے باوجود ایک ہیں، ہمیشہ سے ہیں، کسی نے انھیں پیدا نہیں کیا، برابر اور قادرِ مطلق ہیں"۔

۲۔ مشرقی آرتھوڈوکس

مشرقی آرتھوڈوک عیسائیوں کو دوسرا بڑا فرقہ ہے۔ اسے مشرقی راسخ الاعتقاد کلیسا بھی کہتے ہیں۔ ابتداً یہ فرقہ کیتھولک کلیسا کے تابع تھا، لیکن 1054ء میں یہ الگ ہو کر ایک خود مختار فرقہ بن گیا۔ یہ فرقہ بھی کیتھولک کی طرح عقیدۂ تثلیث پر ایمان رکھتا ہے اور اسے عیسائیت کی بنیادی جزو سمجھتا ہے۔ مشرقی آرتھوڈوکس اقانیم ثلاثہ میں کسی قسم کے امتیاز اور تقسیم کے قائل نہیں، بلکہ یہ تینوں اقانیم خُدائے واحد ہی کو تشکیل کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ تینوں اقانیم اپنی ذات میں الگ اور کامل ہیں، لیکن باہم مربوط اور ایک دوسرے میں موجود ہیں۔ یعنی یہ اقانیم ایک ہی جوہر کے حامل ہیں۔ روح القدس کے متعلق آرتھوڈوکس کا عقیدہ کیتھولک سے مختلف ہے۔ آرتھوڈوکس مقدس روح کا انبعاث باپ اور بیٹے سے سمجھتے ہیں، جبکہ آرتھوڈوکس اسے صرف باپ سے صادر سمجھتے ہیں۔

۳۔ پروٹیسٹنٹ

پروٹیسٹنٹ عیسائیوں کا تیسرا بڑا فرقہ ہے۔ یہ فرقہ عیسائیت میں پاپ اور بشپ کی اجارہ داری کے خلاف احتجاج (Protest) کی وجہ سے وجود میں آیا۔ سولھویں صدی میں مارٹن لوتھر، جان کیلون وغیرہ راہبوں کی اصلاحِ کلیسا کی تحریک کے نتیجے میں اس فرقے کا آغاز ہوتا ہے۔ پروٹسٹنٹ عیسائی یہ سمجھتے ہیں کہ یقین اور عمل کے لئے صرف انجیل کا وجود کافی ہے، اور ہر شخص کو اس کی تشریح کرنے کی آزادی حاصل ہے، کیونکہ ہر عیسائی براہِ راست خُدا کے ساتھ تعلق بنا سکتا ہے، اس خالق اور مخلوق کے تعلق کے لیے کسی پادری اور پاپ کی کوئی ضرورت نہیں۔ پروٹسٹنٹ کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اُخروی نجات اور کامیابی کے لیے یسوع مسیح پر ایمان کافی ہے، نیک اعمال کا کوئی کردار

نہیں۔ تثلیث کے متعلق پروٹسٹنٹ بھی دیگر فرقوں کی طرح یہ ایمان رکھتے ہیں کہ صرف ایک ہی خُدا ہے، جو عبادت کے لائق ہے اور دوسرا کوئی معبود نہیں، لیکن یہ ایک خُدا تین اقانیم میں موجود ہے، یعنی باپ، بیٹا اور مقدس روح۔ نجات کے متعلق ان کا عقیدہ ہے کہ نجات صرف یسوع مسیح پر ایمان لانے سے حاصل ہو گی، اس کے لیے نیک اعمال کا ہونا لازمی نہیں بلکہ اس کا فیصلہ قیامت کے دن یسوع مسیح کے سامنے جوابدہی سے ہو گی۔ اصلاحی کلیسا اسی پروٹسٹنٹ فرقہ کا حصّہ ہے، جو اپنے آپ کو ایونجیلیکل (Evangelical) کہنا بھی پسند کرتے ہیں، تاکہ اپنے آپ کو غیر متغیر اور غیر اصلاح پسند کیتھولک سے ممتاز رکھے۔

اصلاحی کلیسائے پاکستان

اصلاحی کلیسائے پاکستان پروٹسٹنٹ فرقہ کی کلیسا ہے، جس کی بنیاد 1947ء کو آزادی کے بعد چرچ آف اسکاٹ لینڈ نے رکھی۔ یہ کلیسا آزادی سے قبل ہندوستان میں انیسویں صدی میں برطانوی تسلط کے دور میں چرچ آف اسکاٹ لینڈ کی مشنریوں کی کوششوں سے قائم ہوا۔ چوں کہ ہند میں عیسائیت انگریز سامراج کے دور میں اس خطے میں مستحکم ہوئی، اس لیے آج پاکستان میں اصلاحی کلیسا مغربی کلیسا سے متاثر ہوتے ہوئے 'فرزندِ خُدا' کے بارے میں وہی عقائد رکھتے ہیں، جو مغربی ممالک کی کلیسا سمجھی ہیں۔ یہاں اصلاحی کلیسا کے بنیادی عقائد ذکر کیے جاتے ہیں:

1. **عقیدۂ تثلیث (Trinity):** خدا باپ، یسوع مسیح بیٹا اور روح القدس کا ایسا اتحاد جس میں یہ تینوں اشخاص (اقانیم) ایک خُدا بنتا ہے۔ عیسائیت میں خُدا تین کرداروں میں انسان پر ظاہر ہوا، اول: باپ، جو خالق اور مالک کی حیثیت سے ظاہر ہوا، جس نے انسانیت کو نجات دیا، وہی ہر چیز کا انتظام اور حکم دینے والا ہے، یہ کردار اور صفت ہمیں عہد نامہ عتیق میں نظر آتا ہے۔ دوم: یسوع مسیح (حضرت عیسیٰؑ) ایسا خُدا جو یسوع مسیح کی شکل میں متجسم ہوا اور انسانوں کے درمیان اپنی زندگی گزاری۔ سوم: روح القدس، یہ خدا کا تیسرا اُقنوم ہے، اسے لوگوں نے تسلی دینے والے، شفاعت کرنے والے، اور شفاعت کرنے والے کے طور پر تجربہ کیا[2]۔

2 Britannica, T. Editors of Encyclopaedia. "Trinity." Encyclopedia Britannica, March 29, 2024. https://www.britannica.com/topic/Trinity-Christianity.

2. **عقیدۂ حلول و تجسیم (Incarnation)**: خُدا نے اپنے آپ کو گوشت پوست کا بنا دیا اور وہ انسانی صفات کا حامل بن کر یسوع مسیح کی شکل اختیار کر کے دُنیاوی زندگی گزاری، جو تثلیث میں خُدا کا بیٹا اور اُقنوم ثانی ہے[3]۔

3. **عقیدۂ ابنیتِ خُدا (Son of God)**: حضرت عیسیٰؑ کو خُدا کا مظہر سمجھنے کے ساتھ اُسے فرزندِ خُدا بھی سمجھنا، لہٰذا ان کا عقیدہ ہے کہ انسان اور خُدا کے درمیان تعلق صرف مسیح کو درمیان میں ڈال کر ممکن ہے۔

4. **عقیدۂ کفارہ یا مصلوبیتِ مسیح[4] (Crucifixion)**: مسیحیت میں حضرت آدم علیہ السلام اور بی بی حوا سے جو گناہ شجرِ ممنوعہ کھانے کی وجہ سے سرزد ہوئی، جسے عیسائی گناہِ ازلی یا اصل گناہ کہتے ہیں، اس گناہ نے تمام انسان متاثر کیا اور ان پر لعنت نازل ہوئی۔ یہی گناہ خُدا اور مخلوق کے تعلق میں روکاوٹ بنی، اور انسان گناہ کی فطرت کے ساتھ پیدا ہوتا رہا۔ حضرت عیسیٰ مسیح نے صلیب پر چڑھ کر انسانیت کے اس گناہ ازلی کا کفارہ ادا کیا، اور انسان کا خدا کے ساتھ تعلق دوبارہ استوار کیا۔

6. **عقیدۂ حیات ثانی[5] (Resurrection)**: یسوع مسیح مصلوب ہونے کے تیسرے دن دوبارہ زندہ ہو کر اپنے حواری اور ماں پر ظاہر ہوئے۔ اس دن کی یاد میں عیسائی ایسٹر (Easter) کی تہوار مناتے ہیں۔

7. **عقیدۂ انجیل[6] (Bible)**: مروجہ انجیل کو اللہ تعالیٰ کی کتاب اور کلام سمجھتے ہیں۔

عیسائیت میں حضرت یسوع مسیح کی فطرت

فطرتِ یسوع مسیح ایک انتہائی پیچیدہ اور اُلجھی ہوئی بحث ہے، جو مسیحی اہلِ کلام اور ماہرین الٰہیات میں صدیوں سے زیرِ بحث رہا ہے، کہ یسوع مسیح کون ہے اور اس کا تعلق خدا سے کیا ہے۔ فطرتِ یسوع مسیح کے حوالے سے اصلاحی کلیسا روایتی مسیحی عقائد کی تائید و توثیق کرتی ہے۔ جس کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک کامل خُدا اور کامل انسان ہیں۔ اس دوہری فطرت کو وحدت الوجود (Hypostatic Union) کہا جاتا ہے۔ عیسائیت میں فطرتِ مسیح کا مسئلہ ایک سنگین نوعیت کا مسئلہ ہے، جو عیسائیت کے بالکل ابتدائی دنوں سے چلا آرہا ہے۔ فطرت مسیح پر

---

3 Britannica, T. Editors of Encyclopaedia. "Incarnation." *Encyclopedia Britannica*, January 1, 2024. https://www.britannica.com/topic/Incarnation-Jesus-Christ.

4 1 Peter 2:24 / Matthew 27:24-31 / John 19:28-34 / Galatians 2:20 / Psalm 22:14-16 / Psalm 34:20

5 John 11:25-26 / Luke 24:1-53

6 Isaiah 55:11 / Hebrews 4:12-13

اعتراضات اُٹھائے گئے، کہ آیا وہ ایک عام انسان ہیں، خُدا ہے، یا پھر دونوں صفات کی حامل شخصیت۔ ابیونیوں(Ebionites)[7] کے نزدیک حضرت عیسیٰؑ ایک انسان تھے، جو حضرے مریم اور یوسف نجار کے ہاں پیدا ہوئے۔ اس فرقہ کے پیروکار حضرت عیسیٰؑ کے خُدائی کے منکر ہیں۔[8] ان کے عقائد کو بدعت قرار دے کر یکسر مسترد کر دیا گیااور یہ عقائد عیسائی دُنیا میں پروان نہ چڑھ سکے۔ اِس عقیدے کے بالمقابل مظاہریت پسندوں (Docetism) نے یِسوع مسیح صرف ایک انسانی مظہر قرار دیا، اور اُن کے حقیقی انسان ہونے سے انکار کیا، اور اُنھیں صرف ایک کامل و مکمل خُدا کی حیثیت دی[9]۔ اس عقیدے کو بھی بدعت سمجھ کر مسترد کر دیا گیا، کیونکہ حضرت عیسیٰؑ انسانوں کی طرح کنواری مریم علیہا السلام کی بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ ایرینیئس(Irenaeus) اور اس کے شاگرد ہیپولیٹس(Hippolytus) اور ٹیرٹولین(Tertullian) کے بقول لفظ کلام logos ایک خدائی صفت ہے، جس نے کنواری مریم کے ہاں گوشت کی شکل اختیار کرلی۔ اسی لیے یسوع مسیح انسانی اور خدائی دونوں فطرتوں کا مجموعہ ہے۔[10] یہ عقیدہ اگرچہ اُس وقت تمام عیسائیت کے اکثریت کا عقیدہ سمجھا جاتا ہے، لیکن اس کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ اسے عیسائیت کا حتمی اور قطعی عقیدہ قرار دیا جائے۔ کیونکہ اس عقیدے نے نئے کلامی مباحث کو جنم دیا۔ جیسے؛ اگر یسوع مسیح کو بھی خدا تسلیم کر لیا جائے، تو اس سے دو خداؤں کا وجود لازم آتا ہے، جو خدا کی وحدانیت کے خلاف ہے۔ اسکندریہ کے بزرگ پادری آریوس Arius نے اس دووجودی عقیدہ، جس کے مطابق خُدا اور یسوع دونوں خدائی صفات رکھتے ہیں، سے اختلاف کیا۔ اس اختلاف کو تاریخ میں آریوسی نزاع (Arius Controversy) کہا جاتا ہے۔ آریوس کے مطابق خُدا ابدی اور قدیم ہے، اس سے قبل کچھ نہیں تھا، حتیٰ کہ کلام (word) بھی معدوم تھا، یعنی خُدا باپ بننے سے پہلے اکیلا تھا، بعد میں یِسوع کو بیٹا بنایا اور باپ بن گیا۔ لہٰذا خُدا کی

---

7 یہ عیسائیت کے ابتدائی فرقہ ہے۔ ابیونی لفظ یونانی زبان سے ماخوذ ہے، جو غریب آدمی کے لیے بولا جاتا تھا۔ یہ بنی اسرائیل (یہودیوں) سے تعلق رکھتے تھے، اور تورات کے قوانین پر سختی سے عمل کرتے تھے۔ نجات (Resurrection) کے متعلق ان کا عقیدہ یہ تھا کہ نجات صرف ایمان سے ممکن نہیں بلکہ اس کے لیے عمل صالح کی بھی ضرورت ہے۔

8 Kelly, J.D.N. *Early Christians Doctrines*. (London: Adam and Charles Black Publishers, 1968), 139.

9 McGrath, E. Alister, *Christian Theology: An Introduction*. 3rd ed., (UK: Blackwell Publishers Ltd, 2001), 331.

10 Kelly, *Christians Doctrines*. p149.

فطرت اور یسوع کی فطرت ایک جیسی ضرور ہے، لیکن مکمل ایک نہیں۔ اسی طرح آریوس کے نزدیک کلام جو انسانی شکل اختیار کر کے دُنیا میں آئے، اسے خُدا نے پیدا کیا۔

اس نزاع کو ختم کرنے کے لیے نیسیا میں ۳۲۵ عیسوی کو ایک کونسل منعقد ہوئی، جسے اس وقت کے رومی شہنشاہ قسطنطین اول نے منعقد کی تھی۔ اس کونسل میں آریوس کی تعلیمات کو مسخ شدہ قرار دے کر اُسے عیسائیت سے خارج کر دیا۔

ریفامڈ چرچ اور 'خُدا کے بیٹے' کی تعبیر

بائبل میں لفظ بیٹا کی اضافت خُدا کی طرف واحد اور جمع دونوں نسبتوں سے ہوا ہے۔ عہد نامہ قدیم میں "خُدا کے بیٹے" واضح طور پر جمع کی شکل میں استعمال ہوا ہے،[11] جس سے مراد متقی لوگ ہیں۔ اسی طرح زبور میں بادشاہ کے لیے "خُدا کا بیٹا" لفظ استعمال ہوا ہے، جس سے نائبِ خُدا مراد لیا گیا ہے[12]۔ اصلاحی کلیسا (ریفامڈ چرچ) کے نزدیک یسوع مسیح خُدا کا اکلوتا بیٹا ہے، اَزل سے خُدا کے ساتھ ہے، خُدائی فطرت کا حامل ہے، یعنی خدا کی تمام صفات کا متحمل ہے۔ تاہم وہ انسانی صفات سے بھی متّصف تھے۔ کنواری مریم کی بطن سے پیدا ہوئے تھے اور تمام انسانوں کی طرح زندگی کے نشیب و فراز سے گزرے۔ درد، تکلیف، خوشی اور موت کے تجربہ سے دوچار ہوئے۔ اصلاحی ماہرینِ الٰہیات کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام مکمل طور پر خُدا ہے، جو لازوال اور باپ اور روح القدس کے ہمسر اور برابر ہے۔ اس لیے یسوع مسیح نے اپنے دیگر دو اقانیم کے ساتھ مل کر تخلیق میں کردار ادا کیا۔ انجیلِ یوحنّا میں ہے کہ سب کچھ کلام کے وسیلے سے پیدا ہوا۔ مخلوقات کی ایک چیز اس کے بغیر پیدا نہیں ہوئی[13]۔ یہ عقائد اصلاحی کلیسا (ریفامڈ چرچ) میں کلیدی حیثیت رکھتی ہے۔

---

11 پیدائش 2:6

12 زبور 2:7

13 یوحنا 1:3

عبرانی روایات میں "خدا کے بیٹے" کی تعبیر

عیسائیت میں لفظ "بیٹا" کے فہم کے لیے یہود کی تاریخ اور ثقافت کو سمجھنا ضروری ہے، کیونکہ حضرت عیسیٰؑ یروشلم (بیت المقدس) میں بنی اسرائیل کے درمیان پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے[14]، اور ان کی زبان عبرانی تھی۔ بالفاظِ دیگر حضرت عیسیٰؑ جن کو 'فرزندِ خدا' کے طور پر مخصوص جانا جاتا ہے، بذاتِ خود یہودی تھے۔ اسماعیل راجحی فاروقی لکھتے ہیں: "حضرت یسوع یہودیوں میں سے ایک یہودی تھے۔ وہ ان کے جذبات، شعور اور اخلاقیات کے زیرِ اثر پرورش پائے تھے۔"[15] اس لیے "خُدا کے بیٹے" کے تصور کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ یہودی کتب اور روایات کو سمجھا جائے، ورنہ اس کے بغیر "خُدا کے بیٹے" کے تصور کو سمجھنا غلطی سے خالی نہیں ہو گا۔

یہودی مذہبی متون اور عبرانی زبان میں 'بیٹا'(*ben*) کا لفظ کچھ ایسی جگہوں میں استعمال ہوتا رہا ہے، جو دیگر زبانوں میں عموماً مستعمل نہیں ہے[16]۔ عہد نامہ جدید اگرچہ یونانی زبان میں لکھا گیا تھا، لیکن اس میں بھی یہودی پس منظر کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے یونانی لفظ 'بیٹا'(*huio*) کو بھی استعمال کیا گیا تھا، جس کے متعدد معانی ہو سکتے ہیں[17]۔ فرزندِ خُدا کے کم از کم تین ممکنہ تعبیرات کیے جاسکتے ہیں؛ پہلی تعبیر، اس لفظ کا معنی مجازی لیا گیا ہے[18]؛

14 الصف 61:6

15 Al-Faruqi, Ismail Ragi, *Christian Ethics: A Historical and Systematical Analysis of its Dominant Ideas*. (Montreal: McGill University Press, 1967), 50.

16 مثلاً: پیدائش 32:5 a son of hundred years کا مطلب ہے پانچ سو سال پرانا یا بوڑھا، پیدائش 15:3 a son of my house کا مطلب ہے، میرے گھر کا خادم/نوکر، (I Kings 20:35) sons of Prophets پیامبروں کا گروہ وغیرہ۔ انگریزی کے جملے BHS Hebrew 1990 چوتھی تصحیح شدہ ایڈیشن سے لی گئی ہے۔

17 جیسے لوقا 10:6 میں son of peace کا مطلب امن پسند شخص ہے، متی 9:15 میں sons of bridegroom سے مراد دولہے کے مہمان ہیں، لوقا 16:8 میں وارد the sons of this age کا مطلب اس دنیا کے لوگ ہیں، اس فٹ نوٹ میں انگریزی حوالے بائبل یونانی بائبل سے ترجمہ شدہ عہد نامہ جدید چوتھی ایڈیشن سے لیا گیا ہے۔

18 جیسے کتابِ پیدائش میں Sons of God سے مراد پرہیز گار لوگ ہیں۔

دوسری یہ کہ یہاں اس لفظ کا حقیقی مطلب لیا جائے[19] یعنی خُدا کا حیاتیاتی طبعی (Biological) بیٹا ہے؛ تیسری یہ کہ خُدا کا بیولوجیکل بیٹا تو تصور نہیں لیا جائے گا، البتہ اس سے خود خُدا ہی مراد لیا جائے[20]۔

یہودیوں کی تاریخ کو انبیائے بنی اسرائیل حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم السلام سے جُدا نہیں کی جاسکتی۔ حضرت ابراہیمؑ کا تعلق بابل[21] کے 'اور شہر' سے تھا، جسے اللہ تعالیٰ نے 'کنعانی علاقوں[22]' کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا[23]۔ علاوہ ازیں، اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ سے وعدہ کیا کہ آپ کی اولاد کو میں ایک عظیم قوم وملت بناؤں گا۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ پر اپنے رحمت اور برکت نازل فرمایا اور اُن تمام قوموں جن نے حضرت ابراہیمؑ کے راستے اور ملت کو اپنایا انہیں بھی ان رحمتوں اور برکتوں سے نوازا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے 'کنعان کی سرزمین' پر حضرت ابراہیمؑ کی اولاد کی ملکیت اور حکومت قائم کرنے کا وعدہ بھی کیا[24]۔ یہاں یہ بات غور طلب ہے کہ مذکورہ علاقوں کا وعدہ حضرت ابراہیمؑ سے اُس وقت کیا جارہا تھا، جب خود حضرت ابراہیمؑ کی قوم اور والدین بت پرستی میں مبتلا تھے اور حضرت ابراہیمؑ کی دعوت کو رد کرکے اُن کی مخالفت کر رہے تھے۔[25] جس وقت بنی

---

19 مثلاً قدیم مصری عقائد میں فرعون کو دیوتا امون ری (Ammon Re) کا بیٹا سمجھا جاتا تھا۔ دیکھیے:
Collins, Adela Yarbo and John J. Collins. *Kings and Messiah as Son of God: Divine, Human, and Angelic Messianic Figures in Biblical and Related Literature.* Grand Rapids: William B. Eerdmans Publications Co. 2008, 49.

20 Collins, Adela Yarbo and John J. Collins. *Kings and Messiah as Son of God.* 47.

21 میسوپوٹیمیا (Mesopotamia) قدیم بابل کا علاقہ ہے، جو دریائے دجلہ اور فرات کے درمیان واقع تھا، اور جس پر کلدانی قوم نے بھی حکومت کی تھی، جو سامی الاصل قوم تھی۔ اس تہذیب کا مرکز 'اور شہر' تھا، جو دریائے فرات کے ساحل پر واقع تھا۔ 'اور شہر' دنیا کی قدیم ترین شہروں میں شمار ہوتا ہے، جو اس خطے میں 4000 سال قبل مسیح موجود تھا۔ یہ شہر کئی صدیوں تک تہذیب، ثقافت اور تجارت کا مرکز رہا۔

22 'کنعان کی سرزمین' ایک قدیم علاقہ تھا۔ یہ جنوب مشرقی بحیرۂ روم کے ساحل پر واقع تھا۔ فلسطین، لبنان، اردن اور شام کے کچھ علاقے اس سرزمین میں شامل تھا۔ اس علاقے کے باشندوں کو کنعانی کہا جاتا ہے۔ اس کا تذکرہ بائبل میں موجود ہے۔ یہ علاقہ ایک سرسبز اور خوشحال علاقہ تھا اور دنیا کی قدیم ثقافتوں اور تہذیبوں کا مرکز رہا ہے۔ بنی اسرائیل نے مصر سے ہجرت کرنے کے بعد اس علاقہ کو فتح کیا تھا۔

23 پیدائش 11:31

24 پیدائش 12:2،3،7

25 یوشع 24:2

اسرائیل مصر میں فرعون کے ہاتھوں غلامی کی زندگی گزار رہے تھے، اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو اُن کی طرف نبی بنا کر بھیجا تا کہ بنی اسرائیل کے لوگوں کو مصر سے نکال کر سرزمینِ کنعان لے جائے، جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے کیا تھا۔ اس ہجرت کے دوران اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے توحید پر قائم رہنے کا عہد لیا، جو بائبل میں کتاب استثنا 6:4-9 میں اس طرح مذکور ہے:

"سُن اے بنی اسرائیل! خُداوند (یہواہ) ہمارا خُدا ایک ہی خُداوند (یہواہ) ہے۔ خُداوند (یہواہ) اپنے خُدا سے اپنے پورے دل، اپنی پوری جان (روح) اور اپنی پوری طاقت سے پیار کرنا۔ جو احکام میں تجھے آج بتا رہا ہوں انھیں اپنے دل پر نقش کر۔ اُنھیں اپنے بچوں کے ذہن نشین کرا۔ یہی باتیں ہر وقت اور ہر جگہ تیرے لبوں پر ہوں خواہ تو گھر میں بیٹھا یا راستے پر چلتا ہو، لیٹا ہو یا کھڑا ہو۔ اُنھیں نشان کے طور پر اور یاد دہانی کے لیے اپنے بازوؤں اور ماتھے پر لگا۔ انھیں اپنے گھر کے چوکھٹوں اور اپنے شہروں کے دروازوں پر لکھ"۔[26]

مذکورہ بالا آیات میں خُداوند عبرانی زبان کے لفظ "YHWH" کا ترجمہ ہے، انگریزی میں اس کا ترجمہ "LORD" کیا جاتا ہے۔ بنی اسرائیل کے لیے YHWH صرف خُداوند نہیں، بلکہ وہ اُن کا جنت میں پیار کرنے والا باپ، بادشاہ، فیصلہ کرنے والا، کارساز اور مشکل کشا ہے۔ لیکن اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ یہودی خُدا کی کامل معارفت رکھتے ہیں، کیونکہ وہ خُدا کے فہم اور معارفت کو انسانی ادراک سے ماوراء سمجھتے ہیں۔ اسی طرح یہودی خُدا کو سمجھنے کے لیے اس کے صفات کو انسانوں کی خصوصیات کے ساتھ پیش کرتے ہیں، جس کا مطلب ہرگز ایسا نہیں کہ خُدا واقعی انسان کی طرح ہے، جیسے کہ عیسائیت میں سمجھا جاتا ہے، بلکہ خُدا کے بارے میں سوچنے اور مُناجات کرنے کے لیے انسانی تصورات اور زبان استعمال کیا جاتا ہے۔[27]

نتائج

اس سارے پس منظر کا مقصد یہ ہے کہ لفظ "بیٹا" کے استعاراً استعمال ہونے پر کسی کو کوئی اعتراض نہیں۔ مسئلہ اس وقت رونما ہوتا ہے جب اسی لفظ 'بیٹا' کی اضافت خُدا کے طرف حقیقی معنیٰ میں کیا جائے۔ چونکہ عیسائیت میں خُدا کو

26 یہاں لفظ 'خُداوند' عبرانی زبان کے لفظ YHWH کا ترجمہ ہے، جس سے بنی اسرائیل کے خُدا کا نام کہا جاتا ہے۔

27 Trepp, Leo, *Judaism: Development and Life.* 3rd ed., (Belmont: Wadsworth Publishing Company, 1982), 15.

ایک فرد یا شخص کی طرح سمجھا جاتا ہے، اس لیے عیسائیت میں فرزند خُدا کے لیے تین قسم توجیہات پیش کی جاتی ہیں۔ پہلی توجیہہ یہ ہے کہ اس لفظ اور اصطلاح سے مراد 'مجازی بیٹا' ہے، دوسرے قول کے مطابق اس سے مراد 'حقیقی بیٹا' ہے، جبکہ تیسری مراد یہ ہے کہ اس سے خود خُدا ہی مراد ہے[28]۔

یہاں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ یونانی تمدن، جس کا عروج تین صدیوں پر محیط تھا، جو اسکندرِ اعظم کی موت سے شروع ہو کر آگسٹس تک کا زمانہ ہے، اس دور کو (Hellenistic period) کہتے ہیں، اسی Hellenistic دور میں فرزندِ خُدا کا لفظ مصری دیومالائی افسانوں کے زیرِ اثر خُدائی مفہوم اختیار کر گیا[29]۔ نتیجتاً، عیسائیت جو اسی دور میں اپنی فکری اور سیاسی عروج کی طرف گامزن ہوئی تھی، نے فرزندِ خُدا کی اصطلاح کو خُدا کے ساتھ منسوب کیا، اور حضرت عیسیٰؑ کو خُدا تصور کیا گیا۔ لہٰذا، "فرزندِ خُدا سے بذاتِ خود خُدا ہی مراد ہے جو انسانی شخص کی حیثیت سے دنیا میں تشریف لائے"، اس عقیدے کو مغربی کلیسا نے مسیحیت کا ایک مسلّمہ عقیدہ بنا کر پروان چڑھایا۔

لہٰذا، عہد نامہ جدید میں 'خُدا کا بیٹا' ایک ایسی مخصوص اصطلاح ہے جو حضرت عیسیٰؑ کے لیے خاص کیا گیا ہے اور یہ ہمیشہ اسم معرفہ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ اسی طرح یہی اصطلاح یہودی کُتب اور روایات میں مسیح یا Messiah اور اس بادشاہ کے لیے استعمال ہوا ہے، جو حضرت داوٗد علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوگا اور بنی اسرائیل کی حکومت کو دوبارہ قائم کرے گا۔ جب بھی کوئی حضرت عیسیٰؑ کو "خُدا کا بیٹا" کہتا ہے، وہ شعوری و لاشعوری طور پر اُن کو مسیح (Messiah) ہی سمجھتا ہے۔ یہاں دلچسپ بات یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے کبھی بھی یہ لفظ (خُدا کا بیٹا) اپنی ذات کے لیے استعمال نہیں کیا۔ بعد میں یہ اصطلاح مختلف کلیساؤں کے پادریوں نے استعمال کرنا شروع کیا، جن کی اکثریت یہودی نہیں تھے اور نہ ہی یہودی پس منظر سے واقف تھے۔ اسی تصور نے آگے بڑھ کر "خُدا کا بیٹا (Son of God)" کو "بیٹا خُدا (God the Son)" میں تبدیل کر دیا، بالفاظِ دیگر بائبل کے "خُدا کا بیٹا" کی اصطلاح فلسفیانہ مفہوم میں بدل گیا۔ اس تبدیلی کی وجہ سے حضرت عیسیٰؑ کی حیثیت اپنی یہودی روایات و تعبیرات سے یکسر ختم ہو جاتی ہے۔ اسی عیسائیوں کی فلسفیانہ تصورِ ابنیتِ خُدا کی وجہ سے مسلمان علمائے الٰہیات یہودی کُتب اور عہد نامہ جدید پر تنقید کرتے ہیں، جو مناسب بھی ہے، لیکن دوسری طرف یہ علماء کو ان صحیفوں اور کُتب پر اعتراض

---

28 Collins, Adela Yarbo and John J. Collins. *Kings and Messiah as Son of God.* 49

29 Ibid.

کرنے سے قبل یہودی پس منظر کو دیکھنا چاہیے، جس میں کہیں بھی "خُدا کے بیٹے" کو خدا یا خُدا کا جزو نہیں قرار دیا گیا۔